www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

۴۔ "وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" (الرعد : ۷)

"اور کفار کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ سو (اے نبی)، آپ تو صرف ہدایت کرنے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک راہنما ہوا کرتا ہے!"

۵۔ "وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ۖ إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ" (العنکبوت : ۵۰)

"اور (کفار) کہتے ہیں کہ اس (نبیؐ) پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں؟ آپؐ فرما دیجئے کہ نشانیاں تو خدا ہی کے پاس ہیں، میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں!"

۶۔ "وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ" (یونس : ۲۰)

"اور کہتے ہیں کہ اس (نبیؐ) پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ آپؐ فرما دیجئے کہ غیب (کا علم) تو خدا ہی کو ہے (کہ کب کوئی نشانی آجائے) سو تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں!"

۷۔ "وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ" (الرعد : ۳۸)

"اور کسی پیغمبر کے اختیار کی بات نہ تھی کہ خدا کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔ ہر (حکم) قضاء (کتاب میں) مرقوم ہے!"

۸۔ "وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ" (المؤمن : ۷۸)

"اور کسی پیغمبر کا مقدور نہ تھا کہ خدا کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔ پھر جب خدا تعالیٰ کا حکم آ پہنچا تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا۔ اور اہل باطل نقصان میں پڑ گئے!"

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مذکورہ بالا تمام آیاتِ قرآنی بالعموم، اور مؤخر الذکر دو آیات بالخصوص ہمارے اس دعویٰ پر دال ہیں کہ معجزہ کسی بھی نبی یا رسول کے اپنے اختیار میں نہیں، حتیٰ کہ خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بھی بار بار یہ کہلوایا گیا کہ کسی نشانی وغیرہ کا اختیار صرف اللہ رب العزت کو حاصل ہے! ۔ تو پھر انہی معجزات کے حوالے سے علمائے اُمت، احبار ور ہبان اور مشائخ و اولیاء وغیرہ کو مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس اور منصرف الامور ایسے خدائی صفات سے کیونکر متصف کیا جا سکتا ہے؟

چنانچہ وہ مدعیانِ اسلام، جن کے عقائد و نظریات اور رسومات و اعمال، سابقہ مشرک قوموں کے مشرکانہ عقائد و نظریات اور مبتدعانہ اعمال و رسومات سے صرف موافقت و مطابقت ہی نہیں رکھتے، بلکہ وہ ان کی متابعت کا پورا پورا حق ادا کر رہے ہیں، انہیں موت سے پہلے پہلے ایسے فاسد عقائد و نظریات سے توبہ کر لینی چاہیئے ۔ مشرکانہ طریق کو چھوڑ کر موحدانہ راہ اختیار کرنی چاہیئے ۔ تاکہ قیامت کے دن کی روسیاہی سے بچا جا سکے ۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں شرک ایسی لعنت سے بچا کر صحیح موحّد بننے کی توفیق ارزانی فرمائے ۔ آمین ـــــ وما علینا الا البلاغ!

رَدِّ تقلید اور حدیث کے حجتِ شرعیہ ہونے پر

حُجیّتِ حَدیث

شیخ ناصر الدین البانی کی مایہ ناز کتاب

ضخامت	ترجمہ	قیمت
۸۸ صفحات	حافظ عبد الرشید اظہر	۹ روپے

ناشر: ادارہ محمدیہ ۹۹ جے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مقالات

جناب منیر احمد خلیلی

تہذیبِ مغرب کی یہ مرمریں سلیں

جن پر قدم رکھ کر ہم پھسل رہے ہیں!

تہذیب اور کلچر بہت موٹی موٹی تھیوری، ادق نظریات اور پیچیدہ افکار سے تشکیل نہیں پاتے۔ اِن کا خمیر معاشرے کے افراد کے چھوٹے بڑے اعمال و افعال، رویّوں اور معمولات و عادات سے اُٹھتا ہے۔ کھانا پینا، اوڑھنا بچھونا، ملنا جُلنا، اُٹھنا بیٹھنا، رہنا سہنا سب اس تہذیب میں شامل ہوتا ہے۔ حرکات و سکنات اس کا جزو بنتی ہیں، سفر و حضر اس کی گرفت میں آتا ہے، جلوت ہی نہیں خلوت بھی اس کے زیرِ اثر ہوتی ہے، اندازِ نشست و برخاست پر اِس کی چھاپ ہوتی ہے اور تہذیب اِن سب کی مٹی کو گوندھ کر بنتی ہے۔ البتہ ایک چیز، جو تہذیبی تشکیل میں بنیادی اور اہم ترین عنصر کے طور پر کار فرما ہوتی ہے، وہ کسی معاشرے کے مخصوص عقائد اور ایمانی تصورات ہوتے ہیں۔ اور تمام تہذیبی اجزاء کے معانی و مفاہیم اِن اعتقادی اور ایمانی تصورات کے تابع ہوتے ہیں۔ چنانچہ تہذیب کے اجزائے ترکیبی کی اہمیت میں کمی بیشی کا پیمانہ یہی عقائد و تصورات بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے وقت ایک غیر مسلم کے ذہن میں محض یہ تصور ہوتا ہے کہ ہاتھوں کی آلودگی میں کوئی مہلک اور ضرر رساں جراثیم شامل ہو سکتے ہیں، ہاتھ دھوئے بغیر کھانے سے وہ جراثیم معدے میں چلے جائیں گے اور کھانا کھانے والا بیمار پڑ سکتا ہے۔ اِس کے مقابلے میں ایک خدا پرست مسلمان کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے سے پہلے ہاتھ ... رسول اللہ صلی اللہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

علیہ وسلم ہے! ــــ ہاتھ دھونے سے صفائی اور جراثیموں سے نجات کا مقصد تو حل ہو گا ہی ۔ اتباعِ سنّت سے خوشنودیِ رب کا حصول بھی ممکن ہو جائے گا! ــــ یہاں مسلم اور غیر مسلم کے ایک ہی عمل سے غایت کے مرکزی نکتے میں بنیادی فرق سامنے آگیا ہے اور یہی فرق دونوں کی تہذیبوں میں بھی مابہ الامتیاز کا درجہ قرار پائے گا!

اسی طرح ایک غیر مسلم کسی سے ملتے وقت صبح بخیر، شب بخیر، نمستے یا نمسکار کہتا ہے تو اس سے اس کا مقصود اپنی ملنساری، خوش اخلاقی اور تواضع کا ثبوت بہم پہنچانا ہوتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو جب "السلام علیکم" کہتا ہے تو اس چھوٹے سے لیکن بڑے ہی خوبصورت جملے کی پشت پر حصولِ جنت کی طلب اور ایمان کی تکمیل بھی کارفرما ہوتی ہے ــــ اس وقت اس کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک صاحبِ ایمان نہ بن جاؤ اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ تم باہم محبت نہ کرو۔ اور کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جس پر عمل کرو تو تم میں باہمی محبت پیدا ہو جائے؟ ...... وہ عمل یہ ہے کہ آپس میں سلام کو عام کرو!" (صحیح مسلم)

باہمی میل جول، محبت بھرا تعلق اور حسنِ معاملہ معاشرتی ضرورتوں میں سے ہیں۔ اور کوئی بھی معاشرہ ان کی ضرورت سے مستغنی نہیں۔ لیکن وہاں تعلق داری اور محبت و نفرت کا معیار ذاتی اغراض و مفادات ہوتے ہیں۔ "اور کر بھلا، ہو بھلا" کا فلسفہ ان میں کارفرما ہوتا ہے۔ جبکہ ایک مسلمان معاشرے میں کسی سے بھلائی کرنے اور قریبی اور پرمحبت تعلق رکھنے کی پشت پر اگر للّٰہیت کی روح موجود نہ ہو تو ان اعمال، رویوں اور تعلقات کی اہمیت خاک میں مل جاتی ہے! ــــ مسلم معاشروں میں روابط و تعلقات کی اساس یہ ارشادِ نبوی بنتا ہے:

"اَلْمَوَدَّۃُ فِی اللّٰہِ وَالْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ"

یعنی اللہ کے لیے دوستی، اللہ کے لیے محبت اور اللہ ہی کی خاطر نفرت!"

عطا و نوازش سے بھی کوئی معاشرہ عاری نہیں۔ اور ان میں ضرورت مند عزیزوں، پڑوسیوں اور ہم وطنوں کے لیے ایثار کیا جاتا ہے لیکن یہاں بھی ایک غیر مسلم اور مسلم معاشرہ میں وہی فرق موجود ہے۔ چنانچہ ایک غیر مسلم معاشرہ میں کسی کو نوازتے وقت کہیں اپنی حاتم صفت شخصیت منوانا مطلوب ہوتا ہے۔ تو کہیں ووٹ لینے اور کسی نوع کے تعاون کی جستجو اس میں کارفرما ہوتی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہے۔کہیں انکم ٹیکس سے چھوٹ کے لیے خیرات کو ذریعہ بنایا جاتا ہے، تو کہیں تمغۂ خدمت کا حصول اس کا مقصود ہوتا ہے۔ لیکن اسلام نے اس عطا و نوازش کو بھی تکمیلِ ایمان اور رب کو راضی کرنے کا ذریعہ بتلایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اللہ کے لیے دے اور اللہ ہی کے حکم کی تعمیل میں دینے سے رک جائے، وہ گویا اپنا ایمان مکمل کر لیتا ہے۔" (ابوداؤد)

ان ساری مثالوں سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اسلامی تہذیب میں اعمال اور رویوں کی ایجابی و سلبی قدر و قیمت کا تعین دوسری بے خدا تہذیبوں کے مقابلے میں یکسر جدا نقطۂ نظر سے کیا جاتا ہے۔ اور یہاں حقیر سے حقیر عمل بڑے سے بڑے مثبت یا منفی نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ نہ تو کسی نیکی کو حقیر جانیں خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی ہو، اور نہ ہی کسی برائی کو معمولی سمجھیں خواہ وہ درجے میں صغائر کی فہرست میں ہی شامل کیوں نہ ہو! ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ" (زلزال: ۷، ۸)

یعنی ذرہ برابر نیکی اور ذرہ برابر برائی بھی، سب یومِ حساب کو انسان کے سامنے آ جائیں گی۔ یہاں تک کہ بعض اعمال انسان سے ایسے سرزد ہوتے ہیں جو اس کی نظر میں اس قدر اہمیت کے حامل بھی نہیں ہوتے کہ اگلے لمحے تک انہیں ذہن میں محفوظ رکھے۔ لیکن روزِ قیامت وہ اپنے حساب میں یہ باریک شماری دیکھ کر حیران رہ جائے گا کہ اس کے نامۂ اعمال میں ایسی نیکیاں بھی موجود ہیں، اور ایسے گناہ بھی محفوظ ہیں، جنہیں خود اس نے دنیا میں پرِ کاہ کے برابر بھی اہمیت نہ دی تھی!

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی بنا پر اپنے اعمال پر خود ہی ایک ترش رُو داروغہ کی مانند کڑے محاسب رہتے تھے۔ یومِ حساب کے ڈر سے وہ اپنے اعمال کا حساب خود کرتے رہتے تھے اور اپنے نمبر لگاتے وقت انتہائی سخت ممتحن کا انداز اختیار کرتے تھے۔ ہم آج جن باتوں اور حرکتوں کو معمولی جان کر بے دھڑک، زبان اور ہاتھ پاؤں سے صادر کر دیتے ہیں، انہی ایسی باتوں کو زبان سے نکالتے وقت اور ایسے ہی رویوں کے انجام کے تصور سے وہ کانپ اٹھتے تھے۔ چنانچہ (صحیح بخاری میں) حضرت انسؓ بیان

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فرماتے ہیں :

"تم لوگ بہت سے اعمال ایسے کرتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ بال سے بھی زیادہ باریک اور ہلکے ہیں، جب کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں انہیں مہلکات (تباہ کر دینے والے اعمال) میں شمار کرتے تھے۔"

آئندہ سطور میں ہم چند ایسی ہی چیزوں کا مختصر ذکر کرنا چاہتے ہیں، جو بظاہر معمولی نظر آتی ہیں اور جن کے ترک واختیار کے وقت انسان کے احساس کو کچھ سخت جھٹکا نہیں لگتا۔ بلکہ بعض کے بارے میں تو احساس کی ہلکی سی چبھن بھی نہیں ہو پاتی۔ حالانکہ اِن سب کا ہمارے اعتقادات اور ہماری تہذیبی روایات کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب ایک سنت ہاتھ سے چھوٹتی اور عمل سے خارج ہوتی ہے تو اُس کی جگہ خالی نہیں رہتی بلکہ کوئی بدعت اس خلاء کو پُر کر دیتی ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ جب ہم اپنی معاشرت کی پہچان رکھنے والے کسی عمل کو ترک کرتے ہیں، تو کہیں مغربی یا کسی غیر مسلم تہذیب کا کوئی عمل اور روایت اس کی جگہ ہمارے تہذیبی تسلسل میں تو داخل نہیں ہو گئی ہے۔ مثلاً:

۱۔ دوپٹہ بظاہر دو گز کپڑا ہے۔ لیکن یہ ہماری تہذیب میں عقیدے کی قوت سے داخل ہو کر عورت کی نسوانیت، وقار، شرف وعزت، شرم وحیا، نیکی وشرافت اور خاندانی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ چہرہ نہیں تو کم از کم سر ہی اچھی طرح ڈھانپ کر رکھنے والی عورت کے بارے میں اوّلین تاثر اُس تاثر سے بالکل مختلف ہوتا ہے، جو کسی بے حجاب اور ننگے سر والی عورت کو دیکھ کر اُبھرتا ہے۔ دوپٹہ کھو جائے تو نسوانیت گم ہوتے لگتی ہے۔ یہ ایک ایسی اینٹ ہے جو دیگر بہت سی اینٹوں کے لیے سہارا بنتی ہے۔ لیکن اگر یہ اپنی جگہ سے کھسک جائے تو آہستہ آہستہ وہ ساری اینٹیں بکھرنے لگتی ہیں جن کے لیے یہ پہلی اینٹ سہارے کا کام دیتی ہے۔ پھر اولاد کی تربیت، دینی اقدار کے احترام، خوفِ خدا، پاسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فکرِ آخرت، ازدواجی ڈھانچے اور خاندانی تعلقات، غرض سب پر اس کے اثرات پڑتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک کنبے اور خاندان کی شناخت وشرافت کے پیمانے ہی بدل جاتے ہیں۔

۲۔ لیٹرین اور غسلخانہ کی یکجائی بظاہر بہت چھوٹی سی بات ہے۔ اِس میں کئی فائدے بھی مضمر ہیں، مثلاً بچت اور کفایت کا یہ ذریعہ ہے اور کم محنت اور کم جگہ میں اس سے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ضرورت پوری ہو سکتی ہے تاہم اسلامی کلچر میں غسلخانہ اپنا ایک جدا تصور رکھتا ہے، جس کے ساتھ پاخانے کو جمع نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے ہاں آج یہ رواج چل نکلا ہے کہ غسلخانہ اور لیٹرین ایک ہی کمرے میں ساتھ ساتھ بنتے ہیں۔ حتیٰ کہ بہت سے انتہائی دیندار گھرانوں میں بھی اس رواج کو اپنا لیا گیا ہے۔ پھر لیٹرین میں رفع حاجت کے لیے بنی ہوئی مخصوص جگہ کا رُخ اگر اس طرح ہو کہ بیٹھتے ہوئے رُخ یا پیٹھ کعبہ کی طرف ہو رہی ہو[1] تو اس چھوٹی سی بات کا خیال نہ رکھنے سے نہ معلوم کتنے دینی احساسات مُردہ ہو جاتے ہیں۔ بے حسی کی یہ کیفیت اگر گہری ہونے لگے اور بعض برائیوں کو معمولی سمجھ کر قبول کرنے کی روش چل نکلے تو انسان کا نفس اُسے بڑی بڑی برائیوں پر اُبھارنے میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔

۳۔ مردانہ پتلون بظاہر ایسا لباس ہے جسے آج بڑی حد تک باوقار، شائستہ، پُر رعب اور اعلیٰ و جدید تعلیم یافتہ ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ہم اس کے غیر اسلامی ہونے پر نہ خود اصرار کرتے ہیں نہ اس پر کسی کو قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شرفاء اور بڑے بڑے سکالر اور صاحبانِ علم بھی پتلون پہن رہے ہیں۔ تاہم اس کا ایک پہلو بہرحال نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اور وہ یہ کہ پتلون کی ساخت اور تراش خراش سے مغرب کے ان تہذیبی رویوں کا گہرا تعلق ہے جہاں کھڑے پیشاب کرنا قطعاً معیوب نہیں ہے۔ پتلون پوش عموماً پیشاب کے دوران وہ سہولت نہیں پاتے جو دھوتی یا شلوار پہننے والوں کو میسر ہوتی ہے۔ چنانچہ پتلون کے کلچر کی مناسبت سے ہر کہیں پتلون پوشوں کے لیے یہ رعایت رکھی جاتی ہے کہ اُنہیں پیشاب کرنے میں دقت نہ ہو۔ ہوٹلوں، کلبوں، ہوائی اڈوں، بس سٹاپوں، ریلوے سٹیشنوں اور سرکاری دفتروں میں عموماً جو حمام بنے ہوتے ہیں وہاں پتلون پہننے والوں کے لیے دیواروں کے ساتھ ایسے پائپ لگے ہوتے ہیں جہاں وُہ کھڑے آسانی سے

---

[1] پیشاب وغیرہ کے لیے قبلہ رخ یا قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھنے کی یہ پابندی کھلے میدان میں ہے، دیواروں کے اندر بیت الخلاء کا اطلاق نہیں ہوتا۔ سنتِ رسولؐ اس بارے میں واضح ہے۔ تاہم جذبات کے احترام کے پیشِ نظر ممکنہ احتیاط بہتر ہے کہ بوقتِ ضرورت یہ جواز کی حد تک ہی رہے۔ (ادارہ)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پیشاب کر سکیں، حالانکہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں بڑی قباحتیں ہیں۔ مثلاً یہ شائستگی کے منافی ہے، غیر سنجیدہ حرکت ہے، اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ طہارت اور پاکیزگی کو برقرار رکھنے میں مانع ہے۔ لیکن جو لوگ محض لباس کی مجبوری کے باعث اس قبیح انداز کو اختیار کرتے ہیں، وہ آہستہ آہستہ اِسے عادت بنا لیتے ہیں۔ پھر ایسی ہی عادات 'تہذیبِ اغیار' کی تابع بنا کر انہیں اپنی دینی تعلیمات اور روایات سے کاٹ دیتی ہیں۔

۴۔ فرشی دسترخوانوں کی روایت مٹتے مٹتے اب بالکل ختم ہو گئی ہے۔ اس کی جگہ ڈائیننگ ٹیبل نے لی تھی۔ لیکن تکلفات بڑھے، دعوتوں میں شرکاء کی تعداد اور انداز بدلے، مہمانوں کو بٹھا کر کھلانا مشکل سے زیادہ جاہلانہ عمل نظر آنے لگا۔ تو اب دعوتیں، خواہ کسی نوعیت کی بھی ہوں، ان میں بڑی مضحکہ خیز سی صورت پیدا ہوتی ہے۔ کھڑے ہو کر کھانا مجبوری اور فیشن بن گیا ہے۔ میزبان مہمانوں کی بڑی تعداد کو ترتیب سے بٹھا کر ایک ایک کے آگے پلیٹ رکھنے اور ایک ایک کو کھانا پہنچانے کے جھنجھٹ سے چھوٹ گئے۔ بس ایک جگہ پلیٹیں ڈھیر کر دیں، سٹینڈوں پر رکھی بالٹیوں میں سالن چاول وغیرہ ڈالے اور مہمانوں کو اندر ہانک دیا ـــ اب جس کی ہمت ہے' اور جو چاہے جھپٹ کر اُڑا لے ـــ "جو بڑھ کر تھام لے، جام اُسی کا ہے" والی بات! ـــ ایک رُخ پر روسٹ مرغیاں اُدھ چبی نگلی جا رہی ہوتی ہیں تو دوسری طرف کچھ محتاط دست شرفاء شڑپ شڑپ شوربا پی کر ہی اپنے آپ کو کوس رہے ہوتے ہیں "مل کر کھاؤ، اپنے سامنے سے کھاؤ، چبا چبا کر کھاؤ، کھانے میں دوسروں کا خیال رکھو، جو اپنے لیے پسند کرو وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرو" ایسی تعلیمات سے گویا اب مسلمان کو کوئی واسطہ ہی باقی نہیں رہ گیا۔ ہاں ان کی بجائے 'تکلفات، نمود و نمائش، فیشن زدگی، اسراف و تبذیر اور نقالی مغرب' ان سب نے مل کر ایسی فضا پیدا کر دی ہے کہ جو لوگ مسنون اور معقول طریقے سے ان دعوتوں میں کھانے پینے کے خواہشمند ہوتے ہیں، وہ بھی مجبوراً اپنی تہذیب اور اپنے دین کی روایات سے متضاد ماحول میں ایسا نہیں کر پاتے!

۵۔ جلدی سونا اور جلدی جاگنا سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ صحت کے لیے مفید اور فطرت کے قریب عمل ہے۔ جس سے انسان کی طبیعت خوش باش، قوتِ کار

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ